حقوق اللہ اور حقوق العباد میں وصیّت کا شرعی حکم: ایک علمی اور تحقیقی جائزہ

Shari'ah ruling on wills in light of rights of Allah and the rights of worshipers, a research analysis

خیر البشر *

ڈاکٹر نیاز محمد **

Abstract

The human being is surrounded by hopes and love of wealth which causes him many disadvantages (mistakes) in financial worship in life. The sharia allowed him to compensate for these mistakes done, through the WILL in one third of the wealth, if he dies in this situation his WILL be executed to achieve the eternal/ everlasting goals, and if he remains alive then this property/ wealth can be used for gains. Though people need the WILL as they need lease, so as an ISTEHSAN like lease WILL is valid. According to analogy WILL is not valid because the testator makes a testament in favour of legatee after his death when ownership no longer exist. Here the testator makes testament in future while according to SHARIA law if a person is in ownership and wants to make an owner subject to the future and say that I made you proprietor in future, this is invalid. Despite the fact that ownership exists and continue to be so, but the transaction is void and invalid, so when the ownership of the testator dose not exists, then such WILL is almost void as the pre-requisite of ownership is questionable, but due to the urgency and need of the day the WILL has been made valid according to ISTEHSAN.

Keywords: WILL, testament, testator, financial worship, ownership, death, one third.

تعارف

انسان کو امیدوں اور مال کی محبت نے گھیر رکھا ہے جس کی وجہ سے وہ زندگی میں مالی عبادات میں بہت سی کوتاہیاں کر دیتا ہے لیکن جب مرض میں پھنس جاتا ہے تو اب اس کو ندامت ہوتی ہے تو شریعت نے اس کو اجازت دی کہ امیدوں کے چکر میں مالی عبادات کے متعلق جو کوتاہیاں صادر ہوئی ہیں وصیّت کے ذریعے ان کی

---

* پی ایچ ڈی سکالر عبد الولی خان یونیورسٹی، مردان۔ ای میل: bashar.babuzai@gmail.com

** ڈین فیکلٹی آف آرٹس، عبد الولی خان یونیورسٹی مردان۔

تلافی کر دے۔ اگر وہ اس مرض میں مر جائے تو کار خیر میں اس کے وصیّت کو نافذ کرتے ہوئے اخروی مقصد پورا ہو جائے گا اور اگر نہ مرے تو دنیوی مقاصد میں ابھی اس مال کو استعمال کر کے فائدہ اٹھائے چونکہ لوگوں کو وصیّت کی حاجت ہے جس طرح ان کو اجارہ کی حاجت ہے اس لیے بطور استحسان اجارہ کی طرح وصیّت کو بھی جائز قرار دیا گیا۔ اگر چہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ وصیّت جائز نہ ہو کیونکہ وصیّت میں موصی (وصیت کرنے والا)، موصی لہ (جس کے لیے وصیت کی گئی ہو) کو مرنے کے بعد ایسے وقت میں مالک بناتا ہے کہ موصی خود بھی اس چیز کا مالک نہیں رہتا اور اگر کسی شخص کی ملکیت برقرار ہو مگر وہ تملیک کی اضافت آئندہ زمانہ کی طرف کر دے اور یوں کہے کہ میں نے تجھے اس چیز کا کل آئندہ مالک بنا دیا تو یہ تملیک باطل ہوتی ہے حالانکہ مُملِّك کی ملکیت آج بھی موجود ہے اور کل بھی موجود رہے گا لیکن اس کے باوجود آئندہ کے تملیک کو باطل قرار دیا گیا ہے تو وصیّت میں جہاں مرنے کے بعد موصی کی ملکیت ہی باقی نہیں رہتی وہاں تو بدرجہ اولیٰ تملیک باطل ہونی چاہئے لیکن وصیّت کے باب میں لوگوں کے حاجت کو دیکھ کر قیاس کو چھوڑ کر استحسان پر عمل کر کے وصیّت کو جائز قرار دیا گیا۔[1]

بسا اوقات میت کی طرف سے وصیت مختلف جہتوں کو شامل ہوتی ہے۔ ان جہتوں میں سے کن کو کن پر ترجیح دی جائے گی اور کس جہت کو دوسرے پر مقدم رکھا جائے گا مثلاً میت نے مرنے سے پہلے کہا کہ میرے تہائی مال کو میرے ذمے واجب الادا حقوق اللہ اور حقوق العباد میں صرف کیا جائے اور اس کے ذمہ کئی سالوں کی زکوۃ، حج، کفارات، نذر، صدقہ فطر وغیرہ اور کئی لوگوں کے قرضے ہوں تو کس حق کو مقدمہ کیا جائے گا اور کون سا حق مؤخر ہو گا؟ اس مضمون میں اسی مسئلے کا علمی جائزہ پیش کیا جائے گا۔

وصیّت کا تعارف

لغوی معنی

لفظ "وصیّت" کا لغوی معنی ہے کسی غیر سے فعل طلب کرنا کہ وہ اس کی غیر موجودگی میں وہ کام کرے چاہے اس کی زندگی میں ہو یا اس کے وفات کے بعد ہو چنانچہ المغرب میں ہے:

"الإيصاء في اللغة: طلب فعل من غيره ليفعله في غيبته حال حياته أو بعد وفاته "[2]

ترجمہ: وصیّت لغت میں: غیر سے کام طلب کرنا کہ اس کی غیر موجودگی میں وہ اسے کرے، چاہے اس کی زندگی میں ہو یا موت کے بعد۔

وصیّت لغت میں اسم ہے اور مصدر کے معنی میں ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ﴾[3]

ترجمہ: تم پر وصیّت کرنا فرض کیا گیا ہے جب تم میں سے کسی کو موت آئے، اگر وہ مال چھوڑے۔

پھر موصی بہ (جس چیز کی وصیت کی جائے) کو وصیّت کہا جانے لگا۔ قرآن میں لفظ وصیّت، موصی بہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

"مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ"[4]

ترجمہ: وصیّت جو تم کر چکے ہو اور قرض ادا کرنے کے بعد۔

اصطلاحی تعریف

فقہاءِ کرام کے نزدیک وصیّت اس قول کو کہتے ہیں جس کے ذریعے کوئی آدمی اپنی زندگی ہی میں کسی کو اپنے مرنے کے بعد اپنے مال کا یا ان کے منافع کا مالک بناتا ہے یعنی وصیّت کا قول اپنی زندگی میں استعمال کرتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس قول کا اثر اور حکم ثابت ہوتا ہے کہ دوسرا شخص اس کے مال کا یا ان کے منافع کا مالک ہو جاتا ہے۔ "فتح القدير" میں ہے:

"وفي الشريعة: تمليك مضاف إلى ما بعد الموت بطريق التبرع، سواء كان ذلك في الأعيان أو في المنافع"[5]

ترجمہ: شرعی اصطلاح میں وصیّت کہا جاتا ہے ایسی ملکیت کو جو موت کے بعد کی طرف منسوب ہو بطورِ احسان کے، چاہے اعیان میں ہو یا منافع میں۔

" التعريفات" میں وصیّت کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

"الوصية: تمليك مضاف إلى ما بعد الموت"[6]

ترجمہ: وصیّت مرنے کے بعد کسی کو مالک بنانے کو کہا جاتا ہے۔

یہی تعریف "الفتاوى الهندية" میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کی گئی ہے:

" تَمْلِيكٌ مُضَافٌ إِلَى مَا بَعْدَ الْمَوْتِ يَعْنِي بِطَرِيقِ التَّبَرُّعِ سَوَاءٌ كَانَ عَيْنًا أَوْ مَنْفَعَةً"[7]

مرنے کے بعد کسی کو بطورِ احسان اپنی کسی چیز کا مالک بنانا وصیّت کہلاتا ہے چاہے اعیان میں ہو یا منافع میں سے۔

وصیّت کے باب میں چار عربی الفاظ بار بار استعمال ہوتے ہیں۔ ان کا جاننا ضروری ہے:

1: مُوصِی یعنی وصیّت کرنے والا

2: مُوصٰی لہ یعنی وہ شخص جس کے واسطے وصیّت کی جائے۔

3: مُوصٰی بہ یعنی وہ چیز جس کی وصیّت کی جائے۔

4: وَصی یعنی وہ شخص جس کو مُوصِی نے اپنی وصیّت نافذ کرنے کا اختیار دیا ہو۔

وصیّت کا ثبوت

شریعت مطہرہ میں وصیّت کا جواز نقلی اور عقلی دونوں قسم کے دلائل سے ثابت ہے۔

نقلی دلائل

قرآن کریم سے

1: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ"[8]

ترجمہ: پس اگر میت کے بھائی ہو تو وصیّت نافذ کرنے اور قرض ادا کرنے کے بعد ماں کو چھٹا حصہ ملے گا۔

2: دوسری جگہ ارشاد ہے:

"كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ"[9]

ترجمہ: جب تم میں سے کسی کو موت آئے اور مال چھوڑ رہا ہو تو تم پر والدین اور رشتہ داروں کے لیے وصیّت کرنا فرض کیا گیا ہے۔

یہ حکم احکامِ میراث کے نزول سے پہلے تھا۔ اب رشتہ داروں کے لیے وصیّت جائز نہیں۔

احادیثِ نبوی ﷺ سے

ذخیرۂ احادیث سے بھی وصیّت کی مشروعیت ثابت ہے۔ ذیل میں چند احادیث ذکر کیے جاتے ہیں:

1: صحیح بخاری میں روایت ہے:

"عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: مَرِضْتُ، فَعَادَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، ادْعُ اللَّهَ أَنْ لاَ يَرُدَّنِي عَلَى عَقِبِي، قَالَ: «لَعَلَّ اللَّهَ يَرْفَعُكَ وَيَنْفَعُ بِكَ نَاسًا» ، قُلْتُ: أُرِيدُ أَنْ أُوصِيَ، وَإِنَّمَا لِي ابْنَةٌ، قُلْتُ: أُوصِي بِالنِّصْفِ؟ قَالَ: «النِّصْفُ كَثِيرٌ» ، قُلْتُ: فَالثُّلُثِ؟ قَالَ: «الثُّلُثُ، وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ أَوْ كَبِيرٌ» قَالَ: فَأَوْصَى النَّاسُ بِالثُّلُثِ، وَجَازَ ذَلِكَ لَهُمْ۔"[10]

ترجمہ: عامر بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں مکہ میں بیمار پڑ گیا تو رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے لیے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے الٹے پاؤں واپس نہ کر دیں یعنی مکہ میں میری موت نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں صحت دیں اور تم سے بہت سے لوگ نفع اٹھائیں۔ میں نے عرض کیا میرا ارادہ وصیّت کرنے کا ہے۔ ایک لڑکی کے سوا اور میرا کوئی اولاد نہیں۔ میں نے پوچھا کیا آدھے مال کی وصیّت کر دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدھا تو بہت ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ تہائی کی کر دوں۔ فرمایا کہ تہائی کر سکتے ہو۔ اگرچہ یہ بھی بہت ہے۔ یا یہ فرمایا کہ یہ بڑی رقم ہے۔ چنانچہ لوگ بھی تہائی کی وصیّت کرنے لگے اور یہ ان کے لیے جائز ہوگئی۔

2: سنن ابن ماجہ میں ہے:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللَّهَ تَصَدَّقَ عَلَيْكُمْ، عِنْدَ وَفَاتِكُمْ، بِثُلُثِ أَمْوَالِكُمْ، زِيَادَةً لَكُمْ فِي أَعْمَالِكُمْ»"[11]

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر تمہاری موت کے وقت تہائی اموال کے ذریعے صدقہ کر دیا ہے تاکہ (مرنے کے بعد بھی) تمہارے اعمال میں اضافہ ہو سکے۔

اس حدیث میں صدقہ سے وصیّت کے جواز کی طرف اشارہ ہے۔

3: وصیت کی فضیلت اور اہمیت بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوصَى فِيهِ أَنْ يَبِيتَ لَيْلَتَيْنِ، إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ"[12]

ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ اس کے پاس وصیّت کے لیے کوئی چیز موجود ہو اور اس پر دو راتیں گزریں مگر یہ کہ اس کی وصیّت اس کے پاس لکھی ہوئی موجود ہو۔

اجماع سے ثبوت

وصیّت کا جواز اجماع سے بھی ثابت ہے چنانچہ "العناية شرح الهداية" میں ہے:

"(وَعَلَيْهِ) أَيْ عَلَى جَوَازِ الْوَصِيَّةِ (إِجْمَاعُ الْأُمَّةِ)"[13]

ترجمہ: وصیّت کے جواز پر امت کا اجماع ہے۔

عقلی دلیل

اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل میں مال کی محبت رکھی ہے۔ ہر وقت مال بڑھنے اور زیادہ ہونے کی فکر میں رہتا ہے جس کی وجہ سے زندگی میں بہت ساری مالی عبادات میں اس سے کوتاہیاں ہو جاتی ہیں۔ زندگی کے آخرت اوقات میں اسے احساس ہو جاتا ہے اور وہ مالی عبادات کے اس کوتاہی کو دور کرنا چاہتا ہے شریعتِ مطہرہ نے وصیت کی صورت میں مرنے کے بعد اسے اپنے مال کے تہائی سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دے دی۔ قیاس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ وصیت جائز نہ ہو کیونکہ وصیت میں موصی، موصی لہ کو مرنے کے بعد ایسے وقت میں مالک بناتا ہے کہ موصی خود بھی اس چیز کا مالک نہیں رہتا اور اگر کسی شخص کی ملکیت برقرار ہو لیکن وہ تملیک کی اضافت آئندہ زمانے کی طرف کرکے یوں کہتا ہے کہ میں نے تجھے اس چیز کا کل آئندہ مالک بنا دیا تو یہ تملیک باطل ہوتی ہے حالانکہ مملِّک کی ملکیت آج بھی موجود ہے اور کل بھی موجود رہے گا لیکن اس کے باوجود آئندہ کے تملیک کو باطل قرار دیا گیا تو وصیت میں جہاں مرنے کے بعد موصی کی ملکیت ہی باقی نہیں رہتی تو وہاں تو بدرجۂ اولی تملیک باطل ہونی چاہیے لیکن وصیت کے باب میں لوگوں کے حاجت کو دیکھ کر قیاس کو چھوڑ کر استحسان پر عمل کرکے وصیت کو جائز قرار دیا گیا۔

ترکہ میں وصیّت کی حیثیت

میت کے انتقال کے بعد شریعتِ مطہرہ کی رو سے متروکہ مال میں سے سب سے پہلے تجہیز و تکفین کا خرچہ ادا کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد میت قرضوں کو ادا کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد جو مال بچ جائے اس میں سے تہائی مال میں سے میت کے وصیتوں کو نافذ کیا جاتا ہے اور باقی ترکہ ورثہ پر شرعی حصص کے مطابق تقسیم کیا جاتا ہے۔[14]

وصیّت کی مقدار

وصیّت کے باب میں شریعت نے صاحبِ مال یعنی موصِی کا بھی خیال رکھا ہے کہ مرنے کے بعد وہ اپنے مال سے کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل کر سکے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ورثہ کے حقوق کا بھی خیال رکھا کیونکہ یہ مال اب ورثہ کی طرف منتقل ہونے والا ہے اور ثلث سے زیادہ کی وصیّت کو ناجائز قرار دیا ہے تاکہ کوئی مورِث

بوقتِ وفات اپنے ورثہ کو نقصان نہ پہنچا سکے لہذا اگر کوئی موصِی اپنے کفن کے کپڑے یا تدفین کے بارے میں ایسی وصیّت کرے جس پر خرچہ زیادہ آتا ہو تو اس میں اس کی زندگی کے احوال کو دیکھا جائے گا۔ دنیا میں وہ جس درجے (اعلیٰ، ادنی، متوسط) کی زندگی گزارتا تھا اور کپڑے استعمال کرتا تھا۔ اسی درجے کا کفن اس کے لیے خریدا جائے گا اگرچہ اس نے وصیّت قیمتی کپڑے کی کی ہو۔ اسی طرح باقی امور بعد الموت میں بھی ثلث تک اس کی وصیّت نافذ کی جائے گی۔[15]

اگر وصیّتیں تہائی سے زائد ہوں اور ورثہ اجازت دے تو تہائی سے زائد وصیّت نافذ کی جائے گی۔[16]

نفاذِ وصیّت کی ترتیب

کسی میت کے موت کے وقت اس پر جتنے بھی حقوق (حقوق اللہ اور حقوق العباد) واجب الادا ہوتے ہیں، وہ دو قسم پر ہیں:

1: میت نے اپنے ورثا کو ان حقوق کے ادا کرنے کی وصیت نہ کی ہو تو ورثا پر ترکہ میں سے ان حقوق کی ادائیگی واجب نہیں ہوگی بلکہ ورثا کو اختیار ہوگا کہ میت کی طرف سے ترکہ میں سے ان حقوق کو ادا کرے یا نہ کرے۔[17]

2: میت نے اپنے ورثا کو ان حقوق کے ادا کرنے کی وصیّت کی ہو یعنی انہیں کہا ہوگا کہ میرے ذمے فلاں فلاں کا قرضہ ہے وہ ادا کرو یا میرے ذمے اتنی زکوۃ یا حج یا کفارات ہیں انہیں ادا کرو۔ اس صورت میں مرحوم کے ثلثِ مال سے ان حقوق کی ادائیگی ورثا پر واجب ہوگی۔ اگر موصی میت کا تہائی مال تمام وصایا کی نفاذ کے لیے کافی ہو یا ورثہ نے تہائی مال سے زیادہ میں بھی وصیت نافذ کرنے کی اجازت دی ہو تو ان سب وصایا کو نافذ کیا جائے گا اور اگر ورثہ نے تہائی مال سے زیادہ میں وصیت نافذ کرنے کی اجازت نہ دی ہو اور صرف تہائی مال سب وصایا کے لیے کافی نہ ہوں تو صرف تہائی مال کے بقدر وصایا کو نافذ کیا جائے گا اور باقی وصایا کو چھوڑ دیا جائے گا۔[18]

ورثا کی اجازت کے بغیر تہائی سے زیادہ وصیّت کرنے کی صورتیں

اگر ورثا تہائی سے زائد مال میں وصیت کو نافذ کرنے کی اجازت نہ دیتے ہوں تو وصیت کی تین حالتیں ہوں گی:

۱: وصیت میں صرف حقوق اللہ کو ذکر کیا ہو۔

۲: وصیت میں صرف حقوق العباد کو ذکر کیا ہو۔

۳: وصیت میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو جمع کیا ہو۔

وصیت کی درج بالا تینوں حالتوں کے احکام الگ الگ ہیں۔ اس لیے ذیل میں ہر ایک کو تفصیلاً دلائل کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے:

۱: حقوق اللہ سے متعلق نفاذِ وصیت کی ترتیب

موصی نے موت کے وقت صرف حقوق اللہ سے متعلق وصیت کی ہو تو حقوق اللہ کی تین قسمیں ہیں:

الف: خالص مالی عبادات جیسے زکوۃ

ب: خالص بدنی عبادات جیسے نماز اور روزہ

ج: مالی اور بدنی سے مرکب عبادات جیسے حج اور جہاد وغیرہ

خالص مالی عبادت زکوۃ میں تو کسی بھی وقت دوسرے شخص کو اپنا وکیل اور قائم مقام مقرر کیا جا سکتا ہے کیونکہ مقصود مال کا خرچ کرنا ہے اور یہ مقصد دوسرے کے ذریعے بھی حاصل ہو سکتا ہے لہذا مالی عبادت زکوۃ وغیرہ کی وصیت بھی کی جا سکتی ہے کیونکہ وصیت میں بھی دوسرے کے ذریعے کام کرنا ہوتا ہے۔

خالص بدنی عبادات نماز اور روزہ میں کسی بھی حال میں دوسرے کو اپنا قائم مقام نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ بدنی عبادت کا مقصد اپنے آپ کو تھکانا ہے اور یہ مقصد دوسرے کے ذریعے عبادت کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ وصیت میں بھی چونکہ دوسرے کے ذریعے کام کرنا ہوتا ہے اس لیے بدنی عبادات نماز اور روزہ کی وصیت نہیں کی جا سکتی البتہ نماز روزہ کا کفارہ دینا چاہے تو یہ مالی عبادت میں تبدیل ہو جاتا ہے جو کہ دوسروں کے ذریعے بھی ادا کی جا سکتی ہے لہذا میت کے لیے اپنی نماز کا کفارہ اور روزے کا کفارہ ادا کرنے کی وصیت جائز ہو گی۔

تیسری قسم کی عبادت حج جو کہ مالی اور بدنی عبادات کا مجموعہ ہے۔ اس میں بحالتِ مجبوری اور خود قادر نہ ہونے کے دوسرے کو اپنا قائم مقام بنا سکتا ہے اور یہ عجز موت تک قائم ہو۔ اگر موت تک خود قادر ہونے کا امکان موجود ہو تو پھر دوسرے کو اپنا قائم مقام نہیں بنا سکتا۔ موت کی صورت میں چونکہ خود کرنے کا امکان ختم ہو گیا۔ اس لیے دوسرے کو وصیت کی جا سکتی ہے۔[19]

زکوۃ، حج اور کفارات کے وصایا اگر جمع ہوں تو زکوۃ اور حج کے وصایا کو، کفارات کے وصایا پر مقدم کیا جائے گا[20] کیونکہ حج اور زکوۃ کے بارے میں جو تاکیدات اور وعیدات وارد ہوئی ہیں وہ کفارات کے بارے میں نہیں آئی ہیں نیز زکوۃ اور حج کا وجوب ابتداء اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ بندے کی طرف سے کسی سبب کو اس میں دخل نہیں ہے جب کہ کفارات بندوں کی طرف سے کسی سبب کے موجود ہونے کے وقت ثابت اور واجب ہو جاتے ہیں مثلاً قتل کی وجہ سے، ظہار کی وجہ سے، قسم میں حانث ہونے کی وجہ سے۔ ترکِ زکوۃ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ۔ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ﴾[21]

ترجمہ: وہ لوگ جو سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو انہیں دردناک عذاب کی خوش خبری دو، جس دن ان سونے، چاندی کو جہنم کے آگ میں گرمایا جائے گا اور اس کے ذریعے ان کے پیشانیوں، پہلوؤں، کمروں کو داغا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ تمہارا اپنے لیے جمع کیا ہوا مال ہے، لہذا اب اپنے جمع کیے ہوئے مال کا مزہ چکھو۔

بلا عذر حج ترک کرنے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"مَنْ مَلَكَ زَادًا وَرَاحِلَةً تُبَلِّغُهُ إِلَى بَيْتِ اللَّهِ وَلَمْ يَحُجَّ فَلَا عَلَيْهِ أَنْ يَمُوتَ يَهُودِيًّا، أَوْ نَصْرَانِيًّا"[22]

ترجمہ: جو شخص زادِ راہ اور سواری پر بیت اللہ تک جانے کے لیے قادر ہو اور اس نے حج نہیں کیا تو وہ چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔

پھر زکوۃ اور حج کے وصایا میں سے زکوۃ کے وصایا کو مقدم کیا جائے گا کیونکہ یہ حق اللہ کے ساتھ ساتھ حق العبد بھی ہے۔[23]

کفارات کے وصایا، صدقۂ فطر کے وصایا پر مقدم ہوں گے کیونکہ کفارات کا وجوب اور فرضیت قرآن سے ثابت ہے اور صدقۂ فطر کا وجوب قرآن سے نہیں بلکہ حدیث سے ثابت ہے۔ کفارات کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَن قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ﴾[24]

ترجمہ: جس نے کسی مومن کو خطأً قتل کیا تو ایک مومنہ باندی کو آزاد کرے گا اور مقتول کے ورثہ کو دیت دے گا۔

صدقہ فطر کے بارے میں صحیح بخاری میں روایت ہے:

" فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى العَبْدِ وَالحُرِّ، وَالذَّكَرِ وَالأُنْثَى، وَالصَّغِيرِ وَالكَبِيرِ مِنَ المُسْلِمِينَ، وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلاَةِ "[25]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر کھجور میں سے ایک صاع یا جو میں سے ایک صاع غلام اور آزاد مذکر اور مونث، چھوٹے اور بڑے مسلمان پر فرض کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ اسے نمازِ عید سے پہلے پہلے ادا کرے۔

صدقہ فطر کی وصیت، قربانی کی وصیت پر مقدم ہو گی کیونکہ صدقہ فطر کے وجوب پر فقہائے کرام کا اتفاق ہے[26] اور قربانی کے وجوب پر فقہائے کرام کا اتفاق نہیں ہے۔[27]

صدقہ فطر کی وصیت، نذور کی وصیت پر مقدم ہو گی کیونکہ صدقہ فطر اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب ہے اور نذور بندوں کے واجب کرنے سے واجب ہوتی ہے۔ اسی طرح نذور کی وصیت قربانی کی وصیت پر مقدم ہو گی کیونکہ نذور کے پورے کرنے کا وجوب قطعی اور یقینی ہے جب کہ قربانی کے وجوب میں اختلاف ہے۔[28]

کفارات میں سے کفارۂ قتل اقوی ہونے کی وجہ سے دیگر کفارات پر مقدم ہو گی کیونکہ کفارۂ قتل میں غلام کا مومن ہونا شرط ہے جب کہ دیگر کفارات میں غلام کا مومن ہونا شرط نہیں ہے۔ کفارۂ قتل کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَن قَتَلَ مُؤۡمِنًا خَطَـٔٗا فَتَحۡرِيرُ رَقَبَةٖ مُّؤۡمِنَةٖ وَدِيَةٞ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰٓ أَهۡلِهِۦٓ﴾[29]

ترجمہ: جس نے کسی مومن کو خطأً قتل کیا تو ایک مومنہ باندی کو آزاد کرے گا اور مقتول کے ورثہ کو دیت دے گا۔

جب کہ کفارۂ ظہار کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَٱلَّذِينَ يُظَٰهِرُونَ مِن نِّسَآئِهِمۡ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُواْ فَتَحۡرِيرُ رَقَبَةٖ مِّن قَبۡلِ أَن يَتَمَآسَّاۚ﴾[30]

ترجمہ: جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر لیتے ہیں اور پھر اپنی قول سے رجوع کرنا چاہتے ہیں تو جماع سے پہلے پہلے غلام کا آزاد کرنا واجب ہے۔

پھر کفارۂ یمین (قسم)، کفارۂ ظہار پر مقدم ہو گا کیونکہ کفارۂ یمین کا وجوب اللہ تعالیٰ کے نام کی بے حرمتی کی وجہ سے واجب ہوئی ہے اور کفارۂ ظہار بیوی کو اپنے آپ پر حرام کرنے کی وجہ سے لازم ہوا ہے۔[31]

اگر وصایا فرائض وواجبات کے علاوہ نوافل سے متعلق ہوں تو جس کو موصی نے مقدم کیا ہو اسی کو مقدم کیا جائے گا کیونکہ سب وصایا قوت میں برابر ہیں اور موصی نے اسی کو مقدم کیا ہو گا جو ان کے نزدیک اہم ہو گا۔[32]

۲: حقوق العباد سے متعلق نفاذِ وصیت کی ترتیب

میت نے اگر صرف حقوق العباد سے متعلق وصیتیں کی ہوں اور سب فرائض (قرضے) اور لازمی حقوق ہوں تو جس وصیت کو موصی نے مقدم کیا ہے۔ اس سے ابتدا کی جائے گی کیونکہ تمام فرائض کا درجہ برابر ہے اور اگر بعض وصایا فرائض (قرضے وغیرہ) ہوں اور بعض غیر فرائض یعنی نفلی صدقات ہوں تو اولاً فرائض سے ابتدا کی جائے گی۔ اگرچہ موصی نے ذکر میں فرائض کو مؤخر کیا ہو۔ اس لیے کہ فرائض غیرِ فرائض سے اہم ہیں اور ظاہر یہی ہے کہ موصی کا مقصد بھی عموماً نفلی صدقات وخیرات میں مشغول ہونا نہیں ہوتا جب تک کہ قرضے موجود ہوں اور اگر سارے وصایا نفلی صدقات ومالی عبادات سے متعلق ہوں تو اس وصیت کو مقدم کیا جائے گا جسے موصی نے مقدم کیا ہو۔[33]

۳: وصیت میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کے مجموعہ کی وصیت کی ترتیب

اگر موصی نے وصیّت میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کو جمع کیا تو پوری وصیّت کو اِن حقوق کی تعداد کے لحاظ سے سب پر تقسیم کیا جائے گا مثلاً موصی نے چار وصتیں کیں زکوۃ کے لیے، حج کے لیے، کفارات کے لیے اور زید کے لیے۔ ان میں سے اول تینوں حقوق اللہ ہیں اور چوتھی وصیّت حق العبد ہے۔ اولاً مال وصیّت کے حقوق کے لحاظ سے چار حصے کیے جائیں گے۔ ان تینوں عبادات میں سے زکوۃ کو مقدم کیا جائے گا کیونکہ زکوۃ حق اللہ ہونے کے ساتھ ساتھ حق العبد بھی ہے۔ زکوۃ کو ادا کرنے کے بعد اگر کچھ مال بچ گیا ہو تو پھر حج ادا کی جائے گی۔ اگر کفارات کے لیے کچھ بچ گیا ہو تو اس کو بھی ادا کیا جائے گا ورنہ نہیں۔

ہر قربت اور عبادت الگ الگ مقصود ہیں اس لیے ہر ایک کو الگ الگ شمار کرکے چار حصوں میں تقسیم کیا جائے گا یہ نہ ہو گا کہ تینوں کو حق اللہ ہونے کی وجہ سے ایک سمجھ کر وصیت کے مال کو فقط دو حصوں میں تقسیم کیا جائے۔[34]

حج بدل کی وصیت کا حکم

جو عبادات مال اور بدن سے مرکب ہوں جیسے حج، اس میں عذر اور عجز کی بنا پر دوسرے کو نائب بنایا جا سکتا ہے لہذا اگر کسی صاحبِ استطاعت شخص نے زندگی کے دوران حج نہیں کیا اور آخری اوقات میں اسے احساس ہو جائے کہ حج کا فریضہ ادا کرنا چاہیے۔ اب اگر میت نے اپنی طرف سے حج کرانے کی وصیت نہیں کی تو ورثا پر اس کے ترکہ میں سے حج کرنا واجب نہیں ہو گا بلکہ کرنے اور نہ کرنے کا اختیار ہو گا۔ اگر مرض الموت میں اپنی طرف سے حج کرانے کی وصیت کی تو یہ وصیت جائز ہے اور ورثا پر اس کے مال سے حج کرانا واجب ہو گا اور یہ حج موصی کے شہر سے سوار ہو کر کرنا ہو گا کیونکہ اس پر اسی کیفیت کے ساتھ حج واجب ہے اور اگر مال کا تہائی موصی کے شہر سے حج کرنے کے لیے کافی نہ ہو تو ایسی صورت میں جس جگہ سے حج ہو سکے وہاں سے حج کرایا جائے۔ اگرچہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اب موصی کی طرف سے حج ہی نہ کرایا جائے کیونکہ جس کیفیت اور صفت کے ساتھ موصی نے وصیت کی ہے اس کیفیت کے ساتھ ادا کرنا ممکن نہیں ہے لیکن استحساناً اس وصیت کو جائز قرار دیا کیونکہ موصی کا مقصد وصیت نافذ کرنا اور حج کا ثواب حاصل کرنا ہے لہذا اس امکانی طریقہ پر وصیت نافذ کرنا مطلقاً وصیت کو باطل کرنے سے افضل ہے۔[35]

نتائج

۱: اخروی لحاظ سے جو وصیت میت کے لیے اہم اور زیادہ فائدہ مند ہو اسے باقی وصایا پر مقدم کیا جائے گا۔

۲: حقوق اللہ اور حقوق العباد میں سے جو واجب الادا ہو اس کی وصیت کرنا بھی واجب ہوتا ہے۔

۳: وصیت کی صورت میں صرف تہائی مال سے ان حقوق کو ادا کیا جائے گا۔

۴: کئی سارے حقوق کی وصیت کی صورت میں فقہی ترتیب کے مطابق وصیت کو نافذ کیا جائے گا۔

۵: حقوق اللہ اور حقوق العباد سے متعلق اگر میت نے کوئی وصیت نہ کی ہو تو ورثا پر ترکہ میں ان کا ادا کرنا واجب نہ ہو گا۔

حوالہ جات

[1] الهداية في شرح بداية المبتدي، علي بن أبي بكر بن عبد الجليل الفرغاني المرغيناني، أبو الحسن برهان الدين (المتوفى: 593ھ)، ۴: ۵۱۳، دار احياء التراث العربي، بيروت، لبنان

2 المغرب، ناصر بن عبد السيد أبى المكارم ابن على، أبو الفتح، برهان الدين الخوارزمي المُطَرِّزِىّ (المتوفى: 610هـ)، ١: ٤٨٧، دار الكتاب العربي، بيروت، س- ن

3 البقرة، ٢: ١٨٠

4 النساء، ٤: ١٢

5 فتح القدير، كمال الدين محمد بن عبد الواحد السيواسي المعروف بابن الهمام (المتوفى: 861هـ)، ١٠: ٦١١، دار الفكر، بيروت، س- ن

6 كتاب التعريفات، علي بن محمد بن علي الزين الشريف الجرجاني (المتوفى: 816هـ)، ص ٢٥٢، دار الكتب العلمية بيروت، لبنان، الطبعة: الأولى 1403هـ/1983م

7 الفتاوى الهندية، لجنة علماء برئاسة نظام الدين البلخي، ٦: ٩٠، دار الفكر، بيروت، لبنان، الطبعة الثانية، 1310 هـ

8 النساء، ٤: ١١

9 البقرة، ٢: ١٨٠

10 صحيح البخاري، محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي، ٤: ٣، حديث: ٢٧٤٤، دار طوق النجاة، بيروت، الطبعة: الأولى، 1422هـ

11 سنن ابن ماجه، ابن ماجة أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني، وماجة اسم أبيه يزيد (المتوفى: 273هـ)، ٢: ٩٠٤، حديث: ٢٧٠٩، دار إحياء الكتب العربية - فيصل عيسى البابي الحلبي، س-ن

12 السنن الصغرى للنسائي(سنن النسائى) أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، النسائي (المتوفى: 303هـ)، ٦: ٢٣٨، حديث: ٣٦١٥، مكتب المطبوعات الإسلامية – حلب، الطبعة الثانية، 1406 - 1986

13 العناية شرح الهداية، محمد بن محمد بن محمود، أكمل الدين أبو عبد الله ابن الشيخ شمس الدين ابن الشيخ جمال الدين الرومي البابرتي (المتوفى: 786هـ)، ١٠: ٤١٥، دار الفكر، بيروت، لبنان، بدون طبعة وبدون تاريخ

14 الفتاوى الهندية، ٦: ٤٤٧

15 البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ٨: ٥١٧

16 البحر الرائق، ٨: ٥٥٨

17 تخفة الفقهاء، ١: ٣١٢

18 بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ٢: ٥٣

19 الهداية، ١: ١٧٨

20 تخفة الفقهاء، ٣: ٢١١

21 التوبة، ٩: ٣٤

[22] سنن الترمذي، محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبو عيسى (المتوفى: 279هـ)، ٣: ١٦٧، حديث: ٨١٢، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر، الطبعة الثانية، 1395 هـ - 1975 م (البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے تاہم علامہ شوکانیؒ نے اسے حسن لغیرہ کہا ہے)۔

[23] بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ٧: ٣٧٢

[24] ال عمران، ٣: ٩٢

[25] صحیح البخاری، محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي، ٢: ١٣٠، حديث: ١٥٠٣، دار طوق النجاة، بيروت، الطبعة: الأولى، 1422هـ

[26] المبسوط، ٣: ١٠١

[27] تخفة الفقهاء، ٣: ٨١

[28] بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ٧: ٣٧٢

[29] ال عمران، ٣: ٩٢

[30] المجادلة، ٥٨: ٣

[31] الهندية، ٦: ١١٤

[32] الموسوعة الفقهية الكويتية، ٣٣: ١٠٨

[33] تخفة الفقهاء، ٣: ٢١١

[34] البناية شرح الهداية، ١٣: ٤٥٧

[35] الجوهرة النيرة، ٢: ٢٩٦